عہدِ صحابہؓ میں

جناب محمود عارف صاحب
دانش گاہِ پنجاب۔ لاہور

مدینہ منوّرہ کے مکاتب اور ان کی تعلیمی خدمات

دورِ صحابہؓ میں یوں تو تمام مملکتِ اسلامیہ کے طول و عرض میں مدارس و مکاتیب کا ایک وسیع جال پھیلا ہُوا تھا اور حق تو یہ ہے کہ اُن میں کا ہر مدرسہ اور مکتب اپنی اپنی جگہ انتہائی اہم مقام رکھتا ہے۔ مگر مملکت اسلامیہ کے پہلے دار الخلافت اور دار الہجرت نبویؐ ان تمام مدارس میں سب سے ممتاز، سب سے اعلےٰ اور سب سے بلند تر مقام رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر باقی شہر اور صُوبائی دار الحکومت لفظ مدرسہ کی تعریف کے تحت آتے ہیں تو مدینہ منوّرہ کا مبارک اور مسعود شہر ایک عظیم یونیورسٹی کہلائے جانے کا مستحق ہے ایک ایسی یونیورسٹی، جہاں علوم اسلامیہ کے ہر شعبہ اور ہر سلسلے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ایک ایسی یونیورسٹی، جہاں دیگر تمام شہروں سے زیادہ معلّم، جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے ممتاز ترین اور کامل ترین صحابہ کرام تھے، مصروف درس و تدریس تھے۔

اس علمی اور تحقیقی مرکز ہونے کے علاوہ مدینہ منوّرہ کی یہ بھی خصوصیّت تھی کہ اس شہر کے در و دیوار نے جمال و کمال نبویؐ کے مظاہر دیکھے تھے وہاں کے ایک ایک ذرّے پر سرور کون و مکان کے نقش پائے قدم ثبت تھے۔ اس سرزمین نے روئے نبوی کے ہزار پہلو اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھے۔ اس لیے اس دَور میں بھی اور بعد میں بھی بغداد کے قیام تک مدینہ منوّرہ کی یہ خصوصیّت برقرار رہی کہ جب تک علماء اس شہر کے معلّمین و مدرسین سے استفادہ نہ کر لیتے اس وقت تک ان کی کاملیت مشکوک ہوتی تھی۔ مدینہ منوّرہ تعلیماتِ اسلامیہ کا بحرِ بیکراں تھا۔ صرف اس ایک شہر میں جتنے صحابہ کرام مصروف تعلیم و تعلّم تھے۔ اگر ان تمام کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

اس طوالت اور ضخامت سے اپنا پہلو بچاتے ہوئے صرف چند بڑے بڑے مدارس اور مکاتیب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہ تذکرہ موجبِ عبرت بھی ہے اور باعثِ بصیرت بھی۔ ہمارے

اس دَور میں جبکہ مادہ پرستی کی منحوس زنجیر نے ہم سب کو جکڑا ہوا ہے یہ خلوص و محبت کے پیکر، ہماری سستی اور کاہلی اور مادہ پرستی کے ترک کے لیے مہمیز کا کام دے سکتے ہیں۔ یہ مکاتیب جن کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے وہ موجودہ زمانے کے مکاتیب و مدارس کی طرح قطعی نہیں ہے بلکہ وہ ایک انفرادی سطح کے مدارس تھے۔ یہ وہ مدارس تھے جو ایک ایک ہستی نے قائم کئے اور علم کی مقدور بھر اشاعت کے لیے اپنی ہر ممکن کوشش بروئے کار لائی۔

(۱) درس گاہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

دُنیائے اسلام کی یہ درسگاہ، جو حدیث کی دُنیا میں سب سے بڑی، سب سے پُرشوکت درسگاہ ہے حضرت ابوہریرہؓ کے اہتمام و انصرام کا نتیجہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ گو دُنیاوی لحاظ سے ایک فقیر منش انسان تھے۔ مگر روحانی و معنوی دُنیا میں اُن کے نام کی جو عظمت ہے اس نے بڑے بڑے امراء اور دولت مند لوگوں کی شہرت کو مات کر دیا ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی نام دورِ جاہلیت میں عبدشمس، زمانۂ اسلام میں عمیر، کنیت ابوہریرہ، والد کا نام عامر بن عبد ذی الشرای اور قبیلہ دوس ہے۔ سن پیدائش تقریباً ۲۱ ق ھ ہے۔ طفیلؓ بن عمر دوسی کی کوششوں سے اسلام قبول کیا اور ۷ھ میں جبکہ آپؐ فتح خیبر کے لیے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور پھر وہیں بس گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں بحرین کے گورنر بنائے گئے مگر جلد ہی معزول کر دیئے گئے۔ اس کے بعد کوئی سیاسی یا ملکی عہدہ قبول نہیں کیا۔ ۵۸ھ یا ۵۹/ ۶۷۸ یا ۶۷۹ء میں بعمر ۷۸، سال مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمایا۔ اور مہاجرین کے گورغریباں میں دفن ہوئے۔[۱]

دورِ تعلیم و تربیت حضرت ابوہریرہؓ تربیت کا عرصہ صرف چار سال سے بھی کم ہے۔ مگر اس طرح کہ رات دن کے کسی لمحے کو بھی اس سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ اس تقریباً چار سال کے عرصہ میں اُنھوں نے جس ذوق و شوق اور جس وارفتگی اور کسی حد تک دیوانہ پن سے

۱۔ URDU ENCY OF ISLAM، بذیل ابوہریرہ، نیز مولانا شاہ معین الدین ندوی، سیرۃ الصحابہ مہاجرین ج ۲، ص ۸۸۔ طبع اعظم گڑھ۔ نیز عبدالحسین شرف الدین : ابوہریرہ۔

دین کی تعلیم حاصل کی اور جس کی بناء پر وہ حدیث کا اہم ستون ثابت ہوئے وہ صرف انہی کی ذات اقدس کا خاصہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا شمار اصحاب صفّہ میں ہوتا ہے جنہیں مہمانانِ رسول بھی کہا جاتا ہے اور جن کے خورد و نوش کی ذمہ داری خود سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں پر تھی۔ بایں ہمہ کئی کئی روز فقر و فاقہ اور بھوک و تکلیف میں گزر جاتے تھے مگر حضرت ابوہریرہ کی وارفتگی اُنہیں کسی بھی عالم میں دربار نبوی کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہونے دیتی تھی۔

دورِ نبوی کے بعد انہوں نے متعدد صحابہ جن میں زیادہ تر کبار صحابہ شامل ہیں اکتسب فیض کیا۔ اُنہیں حدیث یا علم کی کوئی بات کسی سے پوچھتے یا معلوم کرتے کبھی جھجک نہ ہوتی۔ اسی لیے ان کے بعض تلامذہ بھی ان کے اساتذہ کی صف میں شامل ہیں۔ مثلاً حضرت صدیقہؓ جیسی عظیم شخصیت حضرت ابوہریرہ کی استاد بھی ہے اور ان کی راویہ بھی۔ علیٰ ھذا القیاس۔ اس قسم کی کئی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں[۱]

فضل و کمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بے پناہ ذوق علمی نے ہی بالآخر انہیں حدیث کا بحر بیکراں بنا دیا تھا۔ ان کی شخصیت صحابہ اور تابعین دونوں کے نزدیک معظّم ہے مثلاً جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے:-

"ابوہریرہ ہم سب سے زیادہ احادیث جانتے ہیں"[۲]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہے کہ:-

"ابوہریرہ اصحاب رسولؐ میں احادیث کے سب سے بڑے حافظ تھے"[۳]

علامہ ذہبی فرمایا کرتے تھے کہ:-

"ابوہریرہ علم کا ظرف تھے اور صاحب فتویٰ ائمہ کی صف میں بلند پایہ مقام رکھتے ہیں"۔[۴]

مشہور صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:-

"بلاشبہ انہوں (حضرت ابوہریرہ) نے بہت سی ایسی حدیثیں سنی ہیں جو ہم لوگوں نے نہیں سُنیں اور ایسی بہت سی حدیثیں جانتے ہیں جو ہم لوگ نہیں جانتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ دولت و جائداد والے تھے۔ ہمارے گھر بار اور اہل و عیال تھے۔ ہم ان میں پھنسے رہتے تھے اور صرف صبح و شام

۱؎ سیرت الصحابہ مہاجرین ص۵۔

۲؎ مستدرک حاکم جلد ۳ ص۵۱۰

۳؎ علامہ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ ۱: ۳۱۔ ۴؎ حوالہٗ مذکور ص۲۸

حاضری دے کر لوٹ جاتے تھے۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مسکین اور مال و متاع کی زحمتوں سے فارغ البال تھے۔ اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے آپؐ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ ہم سب کو یقین ہے کہ انہوں نے ہم سب سے زیادہ احادیث سُنی ہیں۔ اور ہم میں سے کسی نے بھی ان پر یہ اتہام نہیں لگایا کہ وہ بغیر آنحضرتؐ سے سُنے ہوئے احادیث بیان کرتے ہیں[۱]۔"

خود حضرت ابوہریرہؓ کی گواہی ہے کہ:-

"مَیں جب مدینہ میں آیا تو آپ خیبر میں تھے اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی اور آپؐ کی وفات تک سایہ کی طرح آپؐ کے ساتھ ساتھ رہا۔ آپؐ کی ازواجِ مطہرات کے گھروں میں جاتا تھا۔ آپؐ کی خدمت کرتا تھا۔ آپ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوتا اور حج میں ہمرکاب رہتا تھا۔ اس لیے مَیں دُوسرے لوگوں سے زیادہ احادیث جانتا ہوں۔ خدا کی قسم! وہ جماعت جو مجھ سے پہلے آپؐ کی صحبت میں تھی وہ بھی میری حاضر باشی کی معترف تھی اور مجھ سے احادیث دریافت کیا کرتی تھی۔ ان پُوچھنے والوں میں عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں[۲]۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابہ کرامؓ کی صف میں ممتاز ترین مقام کے حامل ہیں ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد دیگر صحابہ کرامؓ کی نسبت کافی زیادہ ہے۔ اگرچہ فقہ میں ان سے کوئی خاص طریقہ نہیں چل سکا مگر فنِ حدیث میں ہمیشہ ان کا طوطی بولتا رہا۔ صوفیا نے ان کے زہد و تقوےٰ کو ہمیشہ بطور مثال سامنے رکھا۔

حدیث میں اُن کا مقام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا خصوصی میدان علم حدیث ہے اس فن میں وہ تمام صحابہ کرامؓ میں سے ایک امتیازی وصف کے مالک ہیں۔ مکثرین روایت میں ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔

ان سے کل روایات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے ان میں سے تین سو پچیس متفق علیہ اور ایک سو بہتر منفرد (۷۹ بخاری اور ۹۳ مسلم میں) منقول ہیں[۳]۔ امام احمد بن حنبل کی مسند میں ان

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰۔ ۲۔

۳۔ تہذیب الکمال ص ۴۶۲ ۔

کی روایات ۲۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔[1]

اشاعتِ حدیث

اس عظیم الشان علمی ذخیرہ کے وارث ہونے کی نسبت ان پر جو اشاعتِ علم کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی وہ اُنہوں نے بخوبی پوری کی اور حق تو یہ ہے کہ اس کا حق ادا کیا۔ تمام صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں سے جتنا فیض حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے صحابہ اور تابعین کو پہنچا وہ شاید ہی کسی دوسرے صحابیؓ سے پہنچا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مسجد نبویؐ کے ایک گوشہ میں اپنی مستقل درس گاہ قائم فرمائی ہوئی تھی۔ اس درس گاہ میں رات دن علمی چرچے اور قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں گونجتی رہتی تھیں۔ حضرت ابوہریرہ کو ہر وقت علم کی اشاعت کی دھن سوار تھی اور چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس بارش سے سیراب ہوں۔ ایک دفعہ بازار سے گزر ہوا دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے لوگوں کو بتایا کہ مسجد نبویؐ میں میراث نبویؐ تقسیم ہو رہی ہے اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو۔ لوگ دوڑے دوڑے مسجد میں گئے۔ مگر وہاں علمی حلقوں اور تعلیمی چرچوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ لوٹ کر حضرت ابوہریرہ سے پوچھنے لگے کہ کہاں ہے میراث نبویؐ؟ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا۔ تم لوگوں پر افسوس ہے۔ یہی تو تمہارے نبی کی میراث ہے۔[2]

ان کے علم و عرفان کی بارش سے عورتیں تک فیض یاب ہوتی تھیں۔ اگرچہ اُنہیں باقاعدہ درس دینے کا کوئی وقت متعیّن نہ تھا۔ مگر آتے جاتے، چلتے پھرتے جہاں کہیں بھی کسی عورت کو خلاف شرع کام کرتے دیکھتے فوراً اسے ٹوک دیتے اور اس کے ساتھ ہی سُنّتِ نبوی صلعم بھی بیان کرتے تھے۔[3]

احادیث کی کتابت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ صرف اپنے حافظے کے بل پر ہی روایات بیان نہیں کرتے تھے بلکہ اُنہوں نے اپنی روایات کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہوا تھا جس سے روایات کے بیان کرنے میں مدد لیتے۔ گو اس تحریری مجموعے سے (یعنی اسے دیکھ کر) روایات بیان نہیں کرتے۔[4] اگرچہ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] مسند، ج ۲ ۔ ص ۲۲۸ تا ۵۴۱ ۔

[2] سیرت الصحابہ ج ۲، ص ۵۳، بحوالہ جمع الفوائد، کتاب العلم ۔

[3] شاہ معین الدین: سیرت الصحابہ ص ۵۸ ۔ [4] حاکم مستدرک ج ۳ ص ۵۱۱، بخاری: کتاب العلم ۔

وہ لکھتے نہیں تھے مگر دُرست یہ ہے کہ زمانۂ نبوی تک اُنہوں نے لکھنے کا کام شروع نہیں کیا تھا مگر وصالِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُنہوں نے اپنی روایات بھول جانے کے اندیشہ سے ضبط تحریر لانا ضروری خیال کیا تھا۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ کے شاگردوں کی تعداد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وسیع علمی ذخیرہ کے پیش نظران کے شاگردوں اور تلامذہ کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ آپ کے چند ایک نامور شاگردوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :۔

صحابہ کرامؓ میں سے : (۱) زید بن ثابتؓ (۲) ابوایوب انصاریؓ (۳) عبداللہ بن عباسؓ، (۴) عبداللہ بن عمرؓ (۵) ابی بن کعبؓ (۶) انس بن مالکؓ (۷) ابوموسیٰ اشعریؓ (۸) عبداللہ بن زبیرؓ (۹) جابر بن عبداللہؓ (۱۰) ام المؤمنین حضرت صدیقہؓ (۱۱) ابورافعؓ (۱۲) واثلہؓ (۱۳) جابرؓ (۱۴) مروان بن حاکمؓ (۱۵) قبیصہ بن ذویبؓ۔

تابعین میں سے :۔ (۱) سعیدؒ بن مسیّب (۲) سلیمان الاغرؒ (۳) قیس بن ابی حازم (۴) مالکؒ بن ابی عامر صبحی (۵) ابواسامہ سہل بن حنیف (۶) ابوادریس الخولانی (۷) ابوعثمان نہدی (۸) ابورافع صائغ (۹) ابوزرعہؒ بن عمرو (۱۰) ابومسلم (۱۱) ابن القارضؒ (۱۲) بسر بن سعید (۱۳) بشیر بن نہیک (۱۴) بعجۃ جہنیؒ (۱۵) ثابت بن عیاض (۱۶) حفص بن عاصم بن عمر الخطابؓ (۱۷) حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف (۱۸) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (۱۹) حمید ابن عبدالرحمٰن حمیری (۲۰) حنظلہ بن علی اسلمی۔ (۲۱) جناب صاحب مقصورہ (۲۲) اخلاصؒ بن عمرو (۲۳) حکم بن میناء (۲۴) خالد بن علاق۔ (۲۵) ابوقیسؒ (۲۶) زیاد بن رباح (۲۷) سالم بن عبداللہ (۲۸) زرارہ بن ابی ادسنےؒ۔ (۲۹) سالم ابوالمغیث (۳۰) سالم مولیٰ شدّاد (۳۱) سعیدؒ بن سعید (۳۲) ابوسعید یقسری۔ (۳۳) حسن بصریؒ (۳۴) محمد بن سیرینؒ (۳۵) سعید بن عمرو بن سعید ابن العاص (۳۶) سلیمان بن یسار (۳۷) ابوالحباب سعید بن یسار (۳۸) اسنان بن ابی سنان (۳۹) عامر بن سعد بن ابی وقاص۔ (۴۰) شریح ابن ہانی (۴۱) شفی بن ماتعؒ (۴۲) طاؤسؒ (۴۳) عکرمہؒ (۴۴) مجاہدؒ (۴۵) عطاؒ (۴۶) عامر شعبی (۴۷) عبداللہ بن رباح انصاری (۴۸) عبداللہ بن شقیق (۴۹) عبداللہ بن ثعلبہ (۵۰) ابوالولید عبداللہ بن حارث (۵۱) سعید بن حارث (۵۲) سعید بن سمعان (۵۳) سعید بن مرجانہ

---

[1] سیر الصحابہ مہاجرین ص۵۷ ؛

(۵۴) عبداللہؒ بن عبدالرحمٰن (۵۵) عبدالرحمٰنؒ بن المنقعد (۵۶) عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری (۵۷) عبدالرحمٰن بن یعقوب (۵۸) عبدالرحمٰن بن ابی نعیم البجلی (۵۹) عبدالرحمٰن بن مہران (۶۰) اعرج (۶۱) عبیداللہ بن عبداللہ (۶۲) عبیداللہ بن ابی سفیان حضرمی (۶۳) عطاء بن میناء (۶۴) عطاء بن یزید اللیثی ۔ (۶۵) ابوسعید مولیٰ ابن کریز (۶۶) عجلان بن مولیٰ فاطمہ (۶۷) عراکؒ بن مالک (۶۸) عبید بن حنین ۔ (۶۹) عبیداللہ بن ابی رافع (۷۰) عطا بن یسار (۷۱) عمرو بن ابی سفیان (۷۲) عنبسہ بن سعید بن العاص (۷۳) محمد بن قیس بن مخزمہ (۷۴) موسیٰ بن طلحہ (۷۵) عیسیٰ بن طلحہ (۷۶) عروہ بن زبیرؓ (۷۷) محمد بن عباد (۷۸) جعفرؒ (۷۹) محمد بن ابی عائشہ (۸۰) محمد بن زیاد جمحی ۔ (۸۱) محمد بن عبدالرحمٰن (۸۲) موسیٰ بن یسار (۸۳) نافع بن جبیر بن مطعم (۸۴) نافع مولیٰ بن عمر (۸۵) نافع مولیٰ ابی قتادہ (۸۶) یوسف بن ماہک (۸۷) ہشیم بن ابی سنان (۸۸) یزید بن ہرمز (۸۹) ابوحازم الاشجعی (۹۰) ابوبکر بن عبدالرحمٰن (۹۱) ابوتیمیہ ہجیمی (۹۲) یزید بن اصم (۹۳) موسیٰ بن مروان (۹۴) ابوالعشعشاء المحاربی (۹۵) ابوصالح السمان (۹۶) ابوغطفان بن طریف المری ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے تلامذہ میں سے یہ مشہور ترین اصحاب ہیں ورنہ حضرت ابوہریرہؓ سے مستفدین کی تعداد ۱۱۰۰ تک بیان کی جاتی ہے[۱]۔

عام علمی حالت

حضرت ابوہریرہؓ علم حدیث میں کاملیت کے ساتھ ساتھ افتاء اور اجتہاد کے منصب پر فائز تھے ۔ اگرچہ بعض علماء کی طرف سے ابوہریرہ کے محدث غیر فقیہ یا غیر مجتہد ہونے کی بابت کہا گیا ہے ۔ مگر جمہور امت اس امر پر اتفاق نہیں کرتی ۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ منورہ میں جو جماعت کہ افتاء کے مناصب پر فائز تھی اس میں حضرت ابوہریرہ بھی شامل تھے[۲]

باقی جہاں تک اُن کے بعض ان فتاوے کا تعلق ہے کہ جن کی بناء پر انہیں غیر مجتہد یا غیر مفتی وغیرہ کے القاب دیئے جاتے ہیں تو اصل بات یہ ہے کہ ہر مُفتی یا مجتہد کے تمام فتاوے یا اجتہاد یکساں نہیں ہوتے ۔ ان میں بعض ضرور اس معیار کے خلاف ہوتے ہیں جو کہ لوگ اس

باقی ص ۳۴ پر

---

[۱] مولانا سعید انصاری : سیر الصحابہ ، حصہ مہاجرین ، ج ۲ ص ۶۰ طبع اعظم گڑھ ۔

[۲] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳ ۔